مروّجہ قرآن خوانی

شرعی حیثیت اور تاریخی پس منظر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

محترم خواتین و حضرات! السلام علیکم — میری اس گفتگو کی اوّلین مخاطب خواتین ہیں' اس لئے میں نے پہلے ان کا ذکر کیا ہے۔

ہمارے دین کے دو بنیادی ماخذ (sources) ہیں۔ یہ دین کی دو اساسات یا دو بنیادیں ہیں۔ سب سے پہلی بنیاد ہے اللہ کی کتاب اور دوسری اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔

© rasailojaraid.com

کتاب و سنت کے الفاظ ہمارے ہاں مستقل طور پر گفتگوؤں' تقریروں اور خطبوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ ہمارے دین کی اصل میں دو بنیادیں ہیں۔ البتہ سنت کے ضمن میں ہمیں ایک وضاحت بھی ملتی ہے کہ اس کے ساتھ تعامل صحابہؓ کو بھی شامل کیا جائے گا۔ ایک مشہور حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے ہمیں خبر دی کہ ''اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے تھے' اے مسلمانو! تم تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو کر رہو گے''۔ یہ ان پیشین گوئیوں میں سے ہے جو حضور ﷺ نے اپنی اُمت کے بارے میں فرمائی ہیں کہ اس میں تقریباً وہی کیفیات او روہی تمام عملی' اخلاقی' فکری' نظری اور علمی گمراہیاں پیدا ہو کر رہیں گی جو سابقہ اُمت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں اور اسی کے نتیجہ میں وہ تمام حالات اِن پر بھی وارد ہوں گے۔ گویا عذابِ الٰہی کے کوڑے اِن پر بھی برسیں گے جیسا کہ سابقہ اُمت کی پیٹھ پر برسے تھے۔ از روئے حدیث نبویؐ:

((لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ)) [1]

''میری اُمت پر بھی وہ تمام حالات وارد ہو کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر وارد

© rasailojaraid.com

ہوئے تھے' بالکل اسی طرح جیسا کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔''

اسی حدیث کے حوالے سے میں نے جائزہ لیا کہ جیسے تاریخ بنی اسرائیل کے چار ادوار تھے ایسے ہی اُمت مسلمہ کی تاریخ کے بھی چار دور گزر چکے ہیں۔

بعض احادیث میں الفاظ آئے ہیں کہ اگر بنی اسرائیل گوہ کے بل میں گھسے تھے تو مسلمانو! تم بھی گھس کر رہو گے۔ اور ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ شدید بات آئی ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کی تھی تو تم میں سے بھی کوئی شخص ایسی حرکت کرنے والا ضرور پیدا ہوگا۔ اسی طرح کی حدیث یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً)) قَالُوْا : وَمَا هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ((مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ))[۲]

''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے' جبکہ میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی' یہ سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے۔'' صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ جماعت کون سی ہو گی؟ فرمایا: ''(جو اس طریقے پر کاربند ہوں گے) جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

تو گویا سنت رسول ﷺ کے ساتھ اضافہ ہو گیا سنت صحابہؓ کا۔ اسی طرح ایک حدیث میں الفاظ آئے ہیں کہ:

((عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ))[۳]

''تم پر لازم ہے کہ میری سنت کو مضبوطی سے تھامو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامو''۔

خلفاءِ راشدین بھی صحابہ کرامؓ میں سے ہیں لیکن ان کا درجہ دوسرے صحابہؓ سے بلند ہے۔ پھر ان کے زمانے میں اُمت ایک اُمت واحدہ تھی' کوئی فرقے نہیں تھے' کوئی علیحدہ حکومتیں نہیں تھیں' تو خلفاء راشدین کے اجتہادات جن کو اُمت تسلیم کر چکی ہے وہ اجماع کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور جو اجماع خلفاءِ راشدین کے زمانے میں ہوا اس سے اونچا اجماع کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سنت رسولؐ کے اندر اسی کی مزید تشریح و توضیح اور

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

توسیع کے اعتبار سے سنت صحابہؓ اور بالخصوص سنت خلفاءِ راشدین کو شامل کیا جائے گا۔

اب دوسری بات سمجھنے کی یہ ہے کہ جب مذہبی لوگوں میں زوال آتا ہے تو اس کے کیا درجے ہوتے ہیں۔ یہ بات میں صرف مسلمانوں کے ضمن میں عرض نہیں کر رہا ہوں، دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی ایسی community، کوئی ایسا گروہ، کوئی ایسی جماعت ہوگی کہ جس میں اصل بنیاد مذہب پر ہو تو اس میں جب زوال آتا ہے تو کچھ چیزیں مشترک ہوتی ہیں۔ پہلی گراوٹ اور زوال کا پہلا درجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کے احکام اور مذہبی شعائر کی روح پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور ان کی ظاہری شکل وصورت پر توجہ مرتکز ہو جاتی ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ ہر معاملے، ہر حکم، ہر عمل یا ہر فعل کا ایک ظاہر ہے اور ایک اس کی روح ہے۔ ظاہری صورت ہی کو ''رسم'' کہا جاتا ہے۔ لفظ ''رسم'' کے کیا معنی ہیں؟ ''رسم'' اصل میں کسی شے کی ظاہری صورت کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید کا رسم الخط درحقیقت الفاظ کی شکلیں ہیں۔ الف، با، تا اور ان سے بننے والے الفاظ ظاہری شکلیں ہیں۔ اصل شے تو وہ مفہوم ہے جو اُس کے اندر مضمر ہے، لیکن ظاہر بات ہے کہ ہر مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کوئی لفظ چاہیے اور ہر لفظ کی کوئی نہ کوئی شکل ہوگی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کے جو چار نسخے تیار کروائے تھے وہ جس طریقے سے لکھے گئے تھے اسے رسم عثمانی کہتے ہیں۔ اس رسم عثمانی کی بڑی اہمیت ہے۔ اس میں ذرا سا بھی اِدھر سے اُدھر کر دیں تو اندیشہ ہے کہ قرآن مجید کی محفوظیت میں رخنہ پیش آ جائے گا۔ مثال کے طور پر لفظ ''مَالِک'' عربی زبان میں دو انداز سے لکھ سکتے ہیں: مَالِک اور مٰلِک۔ لیکن قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ میں یہ صرف دوسری صورت میں یعنی ''مٰلِک'' ہی لکھا جائے گا، مالک نہیں لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ رسم عثمانیؓ ہے، حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ قرآن مجید کے نسخے میں یہ لفظ اسی طرح لکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے، جیسا کہ میں نے عرض کیا، تحریر کا بھی ایک ''رسم'' ہے۔

اسی طرح ہر عمل کی ایک رسم یعنی ظاہری صورت ہے اور ایک اس کی روح ہے۔ نماز کی ایک ظاہری شکل ہے، اس میں ہم کھڑے ہوتے ہیں، ہاتھ باندھتے ہیں، پھر

© rasailojaraid.com

رکوع کرتے ہیں' پھر کھڑے ہو جاتے ہیں' پھر سجدے میں جاتے ہیں۔ سجدہ کیسا ہونا چاہیے' سجدے میں ہاتھوں کی انگلیاں کس شکل میں ہونی چاہئیں' ہاتھ کہاں ہونے چاہئیں' ہمارے پنجوں کا رخ کس طرف ہونا چاہیے' بیٹھیں گے تو کس طرح بیٹھیں گے' یہ سب نماز کی ظاہری شکل یعنی رسم ہے۔ البتہ نماز کی جو اصل روح ہے وہ ہے خشوع و خضوع' اللہ کا ذکر' اللہ کے حضور میں ہونے کا احساس۔ جیسا کہ حضورِ پاک ﷺ نے فرمایا: ''سجدہ کرو تو یوں محسوس کرو جیسے اپنے ربّ کے قدموں میں سجدہ کر رہے ہو''۔ اور نماز پڑھنے کھڑے ہو تو ایسے پڑھو گویا کہ یہ زندگی کی آخری نماز ہے۔ جب خشوع و خضوع اور حضورِ قلب کی یہ کیفیت ہو گی اور اس بات کا احساس ہو گا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' میں اپنے ربّ کے حضور میں حاضر ہوں' میں اس کے سامنے سر بسجود ہوں' اس کے قدموں میں مَیں نے اپنا سر رکھ دیا ہے' تو یہ ہے اس کی اصل روح۔ تو دین میں دونوں چیزوں کی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ کوئی روح بغیر شکل کے نہیں ہو سکتی' کوئی نہ کوئی شکل تو ہو گی جس میں روح اپنا ظہور کرے گی۔ ہر عمل کا کوئی نہ کوئی ظاہر ہے اور ایک اس کی روح ہے۔ لیکن جب تک لوگوں کو دین کا صحیح تصور رہتا ہے یعنی ظاہری شکل بھی اور روح بھی دونوں کی اہمیت سامنے رہتی ہے تو وہ اس کی ظاہری شکل کا بھی التزام کرتے ہیں' اس کی بھی پوری احتیاط کے ساتھ پابندی کرتے ہیں' اس میں بھی کمی بیشی نہیں کرتے' لیکن ان کی اصل توجہ ''روح'' پر ہوتی ہے۔ پہلا زوال یہ آتا ہے کہ روح پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور سارا زور' ساری توجہ' سارا قیل وقال' ساری بحث و تمحیص' ساری گفتگو اور سارے فتوے اس کے ظاہر کے متعلق ہونے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظاہر تو ناپ تول کے اعتبار سے صد فی صد درست لیکن اندر سے روح غائب۔ یہ ہے زوال کا پہلا مرحلہ۔ اسے اقبال نے بہت خوبصورتی سے یوں بیان کیا ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں' روحِ بلالی رضی اللہ عنہ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا' تلقینِ غزالی نہ رہی!

© rasailojaraid.co
© rasailojaraid.co

اذان کی ایک روح ہے جسے روح بلالیؓ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نماز رہ گئی اور خشوع و خضوع اور حضورِ قلب اور خشیت الٰہی نہ رہی۔ یہ پہلا درجہ ہے۔

جب ایک چیز کم ہوتی ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس کمی کا احساس ہوتا ہے اور پھر کسی اور شکل میں اس کی تلافی کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ''رسم'' میں اضافہ کرتے چلے جاؤ، رسومات نئی سے نئی صورتوں اور نئی نئی شکلوں میں اختیار کرتے جاؤ۔ اور یہ درحقیقت اس کا ایک تقاضا ہے کہ روح پر سے توجہ ہٹ گئی، اور جو توجہ وہاں صرف ہونی چاہیے تھی وہ اپنا کوئی اور مصرف یا ہدف تلاش کرتی ہے۔ چنانچہ ظاہری چیزیں مزید بڑھتی چلی جاتی ہیں، بلکہ ان سے بھی زائد جو کہ شریعت میں بتائی گئی ہیں۔ یہ ہے اصل میں دوسرا مرحلہ اس کا نام بدعت ہے یعنی نئی چیزیں اور نئی رسومات ایجاد کرنا۔

© rasailojaraid.com

یہاں بنیادی طور پر ایک بات سمجھ لینی چاہیے۔ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ دین کے اندر اجتہاد کی گنجائش بھی تو ہے، اور پھر یہ کہ حضور پاک ﷺ کے زمانے میں تو اونٹ پر سفر کیا جاتا تھا تو آج ہم ریل گاڑی اور ہوائی جہاز پر سفر کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک ہیں تمدنی طریقے اور تمدنی وسائل و ذرائع۔ سائنس کی ترقی سے ان میں اضافہ ہوا ہے۔ اور ایک ہیں انسان کے قانونی معاملات۔ مسلمانوں کے آپس کے معاملات میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئی شکلیں پیدا ہو رہی ہیں، نئی چیزیں ایجاد ہو رہی ہیں۔ جیسے مال برداری کے لئے پہلے اونٹ ہوتے تھے، اب ٹرک ایجاد ہو گئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ٹرکوں پر زکوٰۃ ہو گی یا نہیں؟ مال برداری کے اونٹوں پر تو نہیں ہوتی تھی۔ صرف ان اونٹوں کی زکوٰۃ لی جاتی تھی کہ جو بیچنے کے لئے گلے پالے جاتے تھے، لیکن جو شخص اپنے پاس کچھ اونٹ رکھتا تھا کہ ان کے ذریعہ سے مزدوری کرے گا تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں تھی۔ تو یہ جو ٹرک ہیں، ایک ایک ٹرک دس دس لاکھ کا ہے، لمبے لمبے ٹرالے چل رہے ہیں، تو آیا ان کو بھی انہی اونٹوں پر قیاس کیا جائے گا یا نہیں؟ یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا، ایک نئی صورت پیدا ہوئی تو نئی صورت کے معاملے میں شریعت کا حکم تلاش کرنے کے لئے

© rasailojaraid.com

اجتہاد کرنا ہوگا۔ پھر تمدنی ترقی سے جو بھی نئی چیزیں ایجاد ہوگئیں ان کا استعمال ایک بالکل علیحدہ چیز ہے۔ لیکن ایک ہیں ''تعبدی امور'' یعنی جو کام حصولِ ثواب کے لئے عبادت سمجھ کر کئے جاتے ہیں' ان میں کوئی نئی شکل اختیار کرنا جائز نہیں۔ ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جہاں تک ''تعبدی امور'' کا تعلق ہے ہم انہیں احکامِ الٰہی کی پابندی میں حصول ثواب کے لئے انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیں ان کا اجر درکار ہے۔ ان کے ضمن میں وہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ اگر ہم جہاز میں سفر کررہے ہیں تو کیوں نہ نماز کے اندر بھی کوئی اور شکل اختیار کرلی جائے اور دوسرے احکام میں بھی کیوں نہ نئی صورتیں اختیار کرلی جائیں۔ تو ان تینوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا چاہیے۔ حصول ثواب کے لئے امور تعبدی دائرہ میں کسی نئی چیز کو داخل کرنا اور بات ہے' جبکہ تمدنی ترقی کے نتیجہ میں کسی نئی چیز کا استعمال یا جو نئے معاملات پیدا ہوگئے ہوں ان کا حکم تلاش کرنا بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ ان کو باہم گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے۔ بعض لوگ بحث وتمحیص میں الجھ کر ان میں پھر خلط ملط کردیتے ہیں' ان چیزوں میں فرق ہونا چاہیے۔

تو یہ تین باتیں تمہیدی ہیں۔ اصل میں تو ان تمہیدی باتوں کے ذہن میں داخل ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ذہن میں بیٹھ جائیں تو سارا معاملہ صاف ہوجائے گا۔ ان تین باتوں کی حیثیت اصولی ہے۔ اصولوں کو آدمی استعمال کرتا ہے تو ہر مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ اگر کسی کو الجبرا کے فارمولے آتے ہوں تو بڑے سے بڑے پرابلم ان فارمولوں کی مدد سے حل کرلے گا۔

یہ تین اصول پھر سے ذہن میں تازہ کرلیجئے:

۱) ہمارے دین کی اصل بنیاد دو چیزیں ہیں: ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسولؐ۔ البتہ سنت رسول ﷺ کی مزید توضیح کے لئے سنتِ صحابہؓ اور بالخصوص سنت خلفاءِ راشدینؓ کو بھی اختیار کرنا ہوگا۔

۲) دین کے ہر معاملے میں' ہر عمل میں ایک اس کی ظاہری صورت ہے اور ایک اس کی روح ہے جو اصل مقصود ہے۔ دونوں پہلو اپنی جگہ پر اہم ہیں اور دونوں کی اہمیت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اپنی جگہ پر برقرار رہنی چاہئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ((صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ))(۶) "نماز ایسے پڑھو جیسے تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں ادا کرتا ہوں۔" یہ گویا کہ ظاہر ہے جو ہمیں حضور ﷺ سے اختیار کرنا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ پہلی گراوٹ جو اس میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر معاملے میں توجہ اس کی روح سے ہٹ کر ظاہری شکل اور رسم پر آ جاتی ہے۔ اور اس سے اگلا قدم جو گمراہی اور زوال کا آتا ہے وہ یہ ہے کہ رسم میں اور زیادہ اضافہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ مزید بدعات نئی نئی شکلوں میں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ روح پر جو توجہ صرف ہو رہی تھی جب وہ روح پر سے ہٹ گئی تو اس توجہ کو اب نیا ہدف چاہئے اور وہ ہدف اس طرح سے پورا ہوتا ہے کہ نئی نئی رسمیں ایجاد کر لی جائیں۔ اسی حصول کو ہم بدعات کہتے ہیں۔

۳) تیسری بات بدعات کے ضمن میں یہ عرض کی گئی تھی کہ یہ اصول ذہن میں رہنا چاہیے کہ یہ معاملہ "تعبدی امور" سے متعلق ہوگا۔ یعنی ان معاملات میں جو ہم عبادت سمجھ کر حصولِ ثواب کے لئے کرتے ہیں۔ جہاں تک تمدنی ایجادات کا تعلق ہے یا انسانی معاملات کے اندر نئی شکلوں کا پیدا ہو جانا اور نئے مسائل کا سامنے آ جانا تو یہ بالکل دوسری چیزیں ہیں، ان کو آپس میں گڈ مڈ نہیں کرنا چاہیے۔

اب جو چیزیں عام طور پر رائج ہو گئی ہیں ان پر ان اصولوں کا اطلاق کر کے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ہمارے ہاں اس وقت جس بات پر بہت زور ہے وہ رسم قل اور قرآن خوانی ہے، کبھی اس کو "سوئم" کا نام دیا جاتا تھا۔ یہ دراصل ہندوؤں کا "تیجا" تھا۔ ہندوؤں میں عقیدہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی روح تیسرے دن گھر میں چکر لگانے آتی ہے۔ اُس وقت اس کے استقبال کے لئے کوئی تقریب ہونی چاہئے، لوگ جمع ہوں۔ چنانچہ "تیجے" کی رسم کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے علاقے ہریانہ میں اس سے متعلق ایک کہاوت بھی ہے۔ جاٹ قوم بڑی سخت قوم ہے ان کے بارے میں وہاں کہا جاتا تھا "جاٹ مراتب جانئے جب تیجا ہو لے"۔ یعنی کبھی جاٹ کے مرنے کا اعتبار نہ کرو، پتہ نہیں مرنے کے بعد پھر اٹھ کھڑا ہو، یہ بہت سخت جان

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

ہے، تو جب تیجا ہو لے، سوئم ہو چکے، تین دن گزر چکیں اور وہ دوبارہ کہیں نظر نہ آئے تب سمجھو کہ وہ مر گیا ہے۔ یہ تیجا وہاں سے چلا آیا اور ہمارے ہاں بھی سوچا گیا کہ کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ تو سب سے پہلے اس کو مشرف با سلام کیا گیا اور اسے ہندی سے فارسی میں لائے۔ اس لئے کہ انگریز کے آنے سے پہلے، بلکہ انگریز کے آنے کے بعد بھی بہت عرصہ تک ہندوستان کی دفتری زبان فارسی رہی۔ تو وہ ''تیجا'' کی بجائے ''سوئم'' ہو گیا۔ تیسرے دن جمع ہو کر بیٹھ رہے ہیں، کچھ گٹھلیاں گن رہے ہیں یا چنوں پر بیٹھے کچھ پڑھ رہے ہیں۔ چنوں میں مکھانے ڈال دیئے ہیں۔ اس طرح ایک تقریب بھی ہو گئی، لوگ جمع بھی ہو گئے۔ اسی تقریب کو پھر رسم قل کا نام دے دیا گیا۔ ہمارے علماء نے بہت ہمت کی اور اس طرح کی رسومات کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس ضمن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بہت اونچا مقام ہے کہ انھوں نے بدعات اور رسومات کے ضمن میں اصلاح الرسوم وغیرہ کے عنوان سے باقاعدہ تصانیف کیں اور ان میں سے ایک ایک چیز کے بارے میں بتایا کہ ان کا شریعت کے اندر کوئی مقام نہیں اور یہ تمام چیزیں بدعات ہیں جو دین میں شامل کی گئی ہیں۔

لیکن پاکستان میں آنے کے کچھ عرصہ بعد اس حلقے کے بھی بعض علماء بیچارے مجبور ہو گئے۔ میں لفظ ''مجبور'' کہہ رہا ہوں کہ اب کیا کرتے، بڑے بڑے سیٹھوں کے ساتھ معاملہ ہو گیا۔ بڑے بڑے شہروں میں بڑی بڑی مسجدیں ہیں، ان میں قالین بھی بچھانے ہیں، انہیں آراستہ پیراستہ بھی کرنا ہے، اور وہ چیزیں تو سیٹھوں کے ہاں سے آ سکتی ہیں، غریب آدمی تو نہیں لا سکتا۔ لہٰذا اب سیٹھوں کی طرف سے فرمائشیں آتی تھیں۔ اور ان کے ہاں اگر کوئی اس قسم کی رسم ہو تو انکار کرنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اب اس تقریب کے لئے ایک لفظ ''قرآن خوانی'' استعمال کیا گیا کہ تیسرے دن جا کر جمع ہو جائیں اور قرآن خوانی کر لیں۔ یہ درحقیقت ایک قسم کی شکست تھی جو ہمارے بعض علماء نے اپنے حالات کی مجبوری کی وجہ سے تسلیم کی۔ اس میں تھوڑی سی بہتری تو کر دی کہ اب مکھانے اور چنے وہاں نہیں ہوتے، بلکہ وہاں قرآن خوانی ہوتی ہے۔ لیکن اس میں بھی اصل مقصود ایک رسم کے طور پر لوگوں کا جمع ہو جانا اور ایک تقریب کا منعقد

© rasailojaraid.

ہو جاتا ہے۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر ہمارے ہاں خاص طور پر خواتین کا یہ ایک شغل بن گیا' کیونکہ ان کے ہاں بھی نیکی کا ایک جذبہ ہے کہ کچھ نیکی کا کام ہونا چاہئے۔ اچھی اچھی آبادیاں کراچی میں بنیں' لاہور میں بنیں' بڑے عمدہ عمدہ بنگلے ہیں اور ماربل کی لائینگ کے ساتھ کوٹھیاں بن گئی ہیں۔ اب وہاں پر بھی کچھ نہ کچھ تو دین و مذہب کا کام ہونا چاہئے۔ چنانچہ بعض خواتین نے یہ خیال کیا کہ عورتیں اور کئی غلط کام کرتی ہیں یا کسی اور قسم کی تقریبات میں جاتی ہیں تو کیوں نہ ہم ایسا کریں کہ مذہبی تقریب میں خواتین کو جمع کریں۔ چنانچہ ایک تقریب کے طور پر قرآن خوانی کا اہتمام ہونے لگا تاکہ مذہبی جذبہ رکھنے والی خواتین جمع ہوں' پھر انہیں کوئی اچھی بات بھی بتا دی جائے' کوئی خیر کا کلمہ بھی سنا دیا جائے' کوئی تھوڑی سی تبلیغ بھی ہو جائے اور ایک یہ کہ باہم شناسائی بھی ہو جائے' اس طرح ملنے جلنے کی ایک تقریب ''قرآن خوانی'' کے نام سے منعقد ہو جائے۔ کہیں یہ ہوتا ہے کہ ''آیت کریمہ'' کا ورد ہو رہا ہے۔ تو مختلف عنوانات کے تحت اس قسم کے اجتماعات ہمارے ہاں ہونے لگے۔ اس میں یقیناً افادیت کا پہلو بھی ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں فائدہ نہیں ہے۔ اس عنوان سے اچھے جذبہ کے تحت کچھ عورتیں جمع ہو جائیں تو اس میں بظاہر برائی کا پہلو تو نہیں ہے' کوئی ناچ گانے کے لئے یا فینسی ڈریس شو کے لئے تو جمع نہیں ہوئی ہیں' بلکہ قرآن پڑھنے کے لئے جمع ہوئی ہیں۔ تو یہ ہیں مختلف چیزیں جو اس وقت ہمارے معاشرے میں چل رہی ہیں۔

ہمیں دراصل ہر شے کو اس کی تہہ تک پہنچ کر سمجھنا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ یہ سارے معاملات شریعت اور دین کے اعتبار سے بالکل نئی ایجادات ہیں' جن کا دین میں ہمیں دور دور تک نشان بھی نہیں ملتا۔ کسی کے فوت ہونے پر ہمارے دین میں تجہیز و تکفین کے بارے میں ساری تعلیمات ملتی ہیں۔ یعنی مُردے کو نہلانے' کفن دینے' اس کی نماز جنازہ ادا کرنے اور اسے دفن کرنے کے بارے میں تفصیلی مسائل احادیث نبویؐ اور کتب فقہ میں موجود ہیں۔ اس کے بعد ہمارے ہاں جو رسم بھی پائی جاتی ہے وہ

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

بدعت ہے' اس کے لئے ہماری شریعت میں یا صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین کے طریقے میں کہیں کوئی دلیل یا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ جو دین ہمیں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے ذریعے دیا وہ تو یہاں تک ہے' اس کے علاوہ اس میں کچھ نہیں ہے۔ باقی وہ تیجے' ساتویں' دسویں' چالیسویں اور پھر برسیوں کے ساتھ یہ جو لمبا چوڑا نظام ہے اس کا ہمارے دین کے اندر کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اگر دین نام ہے کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ' سنت صحابہؓ اور سنت خلفاءِ راشدین کا تو یہ چیزیں بے اصل ہیں۔ اس ضمن میں یہ کہنا کہ اس میں یہ فائدہ تو ہے' اس میں وہ فائدہ تو ہے درحقیقت ایک غلط جگہ پر اپنی قوتِ استدلال کا استعمال ہے۔ جب ہم نے یہ سمجھ لیا کہ دین نام ہے ان چیزوں کا تو اب اس کے سوا ہمارے پاس کوئی اور عقلی اور منطقی دلیل ہے بھی تو ہم اسے ان تعبدی امور میں استعمال نہیں کریں گے۔

© rasailojaraid

قرآن مجید کا پڑھنا یقیناً بہت بڑے ثواب کا باعث ہے۔ نماز میں قیام کی حالت میں قرآن کی تلاوت کا ثواب اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور نماز کا ایک رکن سجدہ بھی ہے' جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس حالت میں اللہ کا بندہ اپنے ربّ سے قریب ترین ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں سجدہ میں قرآن کی تلاوت کروں گا تو یہ غلط ہو جائے گا' اس لئے کہ سجدے میں قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن پڑھنا بھی نیکی کا کام ہے اور سجدہ کرنا بھی' لیکن اگر آپ ان دونوں کو جمع کر دیں گے' یعنی سجدے میں قرآن پڑھیں گے تو یہ غلط ہو جائے گا۔ علماء کرام بہت سادہ سی مثال دیا کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو سجدے ہیں' اور سجدہ تو بہت اچھی بات ہے' لیکن آپ ذرا تیسرا سجدہ کر کے دیکھئے' آپ کی نماز باطل ہو جائے گی۔ حالانکہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے' لیکن جہاں دو سجدے ہیں وہاں دو ہی سجدے کرنے ہیں' اگر آپ نے تیسرا کر لیا تو نماز ہی باطل ہو گئی۔ بہرحال اس کی دلیلیں بہت ہیں' لیکن میرے نزدیک اصل دلیل یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ دین نام ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا' اس لئے کہ قرآن بھی ہمیں دیا محمد رسول اللہ ﷺ نے' تو ہمارے لئے تو دین

© rasailojaraid

محمد ﷺ ہی ہیں‘ انہی کا دیا ہوا قرآن ہے‘ انہی کا فرمودہ حدیث کہلاتا ہے۔ اگر ہم اس بات کے قائل ہو جائیں تو پھر کسی بات کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

البتہ میرے نزدیک ان معاملات میں بہت زیادہ غلو نہیں کرنا چاہئے اور فتوے کی زبان استعمال کرنے کی بجائے افہام و تفہیم سے کام لینا چاہئے۔ مثبت بات دلائل کے ساتھ سمجھا دی جائے‘ اس کے ان شاء اللہ مثبت نتائج خود بخود نکلتے چلے آئیں گے۔ لیکن اگر ہم نے ان میں سے ایک ایک چیز کو ٹارگٹ بنا کر اس پر فتویٰ داغ دیا تو اس سے اختلافی بحثیں شروع ہو جائیں گی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی فضا پیدا کر دی جائے‘ ایسا ذہن بنا دیا جائے کہ یہ بات بالکل ٹھیک طرح واضح ہو جائے کہ دین نام ہے کتاب اللہ کا‘ سنت رسول ﷺ کا اور سنت صحابہؓ کا۔ لہٰذا جو چیز ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان میں نہیں ملتی اور حضور پاک ﷺ کے عمل میں اور صحابہؓ کے عمل میں نہیں ملتی وہ کوئی اور شے ہے اور کہیں اور سے آئی ہے‘ وہ چیز ہمارے دین کا جزو نہیں ہے۔ اس کے بارے میں وہ متفق علیہ حدیث پیش نظر رہنی چاہئے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))(۵)

’’ہمارے اس دین کے اندر کسی نے اگر کوئی نئی چیز نکالی کہ جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔‘‘

یعنی وہ شے بھی مردود ہے اور وہ شخص بھی اللہ کے ہاں مردود ہے جس نے اس چیز کا اضافہ کیا ہے۔

ایصالِ ثواب کا مسئلہ

اس کے بعد ایک اور مسئلہ ہے‘ اور وہ ہے ’’ایصالِ ثواب‘‘ کا مسئلہ۔ ایک تو ہے حصولِ ثواب کہ آپ فرضوں کے علاوہ نفل پڑھ رہے ہیں۔ فرض نماز تو پڑھنی ہی ہے‘ واجب تو ادا کرنا ہی ہے‘ لیکن آپ نفل بھی پڑھ رہے ہیں حصولِ ثواب کے لئے‘ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں حصولِ ثواب کے لئے‘ تو یہ بہت پسندیدہ بات ہے۔ صحیح

©rasailojaraid

حدیث ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں' اور یوں نہ سمجھو کہ ال م ایک حرف ہے' بلکہ یہ تین حروف ہیں۔ چنانچہ جو شخص تلاوت کرتے ہوئے ''ال م'' پڑھتا ہے اس کے اعمال میں تیس نیکیاں درج ہو جاتی ہیں۔ یہ سب صحیح ہے۔ یہ تو حصولِ ثواب کا مسئلہ ہے' مگر فطری طور پر ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے جو بزرگ فوت ہو چکے ہوں یا جو بھی ان کے محبوب اقرباء اور دوستوں میں سے فوت ہو گئے ہوں ان کی کوئی اور خدمت تو ہم سرانجام دے نہیں سکتے' کچھ ثواب انہیں پہنچائیں۔ ایصالِ ثواب کے مسئلہ میں ہمارے علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس میں اگرچہ میرا ایک ذوق ہے اور ایک خاص نقطۂ نظر کے ساتھ مجھے اتفاق ہے' لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے ضمن میں دوسری طرف بھی بڑے جید علماء ہیں جن کا میں احترام کرتا ہوں' ان کے خلوص اور اخلاص کا قائل ہوں' لہٰذا اگر کچھ لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں تو اس پر بھی میں اعتراض نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جب اس طرح کی ایک چیز علماء کے درمیان اختلافی ہو جائے تو اس بارے میں ہمیں اپنے ذہن اور قلب میں وسعت پیدا کرنی چاہئے۔ آپ خود وہی رائے رکھیں جس پر آپ کو انشراح ہے' لیکن اس کو خواہ مخواہ دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں۔ میرے نزدیک اس طرح کے مسائل کو خواہ مخواہ کا موضوع بنانا اور اسی پر تقریریں کرتے رہنا اور دروس دیتے رہنا دراصل حکمت تبلیغ کے منافی ہے۔

ایصالِ ثواب کے بارے میں جس رائے سے مجھے اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ مالی عبادات کے ذریعے سے تو دوسروں کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے البتہ بدنی عبادات کا ثواب انسان کے اپنے تک ہی محدود رہتا ہے' یہ دوسروں کو نہیں پہنچایا جا سکتا۔ جیسا کہ نماز بدنی عبادت ہے' یہ آپ پڑھیں گے تو اپنے لئے پڑھیں گے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اے اللہ! میں نے اتنے نفل پڑھے ہیں' ان کا ثواب فلاں کو پہنچ جائے' تو چونکہ یہ خالص بدنی عبادت ہے لہٰذا اس کا ثواب آپ کی ذات تک ہی رہے گا' دوسروں تک نہیں پہنچے گا۔ اسی طریقے سے حج اور عمرہ ہے۔ بہت سے لوگ عُمرہ کرتے ہیں کہ یہ عُمرہ میں نے اپنے والد صاحب کی طرف سے کیا' یہ عُمرہ میں نے فلاں کی طرف سے کیا۔ تو میرا اپنا

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

موقف بھی یہ ہے کہ یہ بدنی عبادت ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کا معاملہ قابل غور ہے جو وہاں جاتے تو اپنے حج کے لئے ہیں اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے وہ اپنے حج کے لئے کیا ہے‘ اب جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ خالصتاً ایک بدنی عبادت ہے‘ جس میں انہیں شدید جسمانی مشقت اٹھانی پڑ رہی ہے‘ اس لئے کہ اس میں صرف طواف ہی نہیں‘ صفا و مروہ بھی ہے‘ اور جب میری عمر میں آدمی آ جاتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ آسان کام نہیں‘ کافی مشقت طلب ہے۔ لیکن یہ بہر حال بدن کا معاملہ ہے‘ اضافی عُمروں کے لئے ان پر کوئی اضافی مالی بوجھ نہیں پڑتا۔ لہٰذا اس ضمن میں میرا ذوق وہی ہے جو اہل حدیث حضرات کا ہے کہ مالی عبادات کا ثواب تو دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے‘ مثلاً آپ صدقات کرتے ہیں‘ خیرات کرتے ہیں‘ اور کوئی نیک کام جس میں پیسہ خرچ ہو‘ بہرحال دین کا کوئی کام ہے جس میں پیسہ خرچ ہوا ہے اس کا ثواب تو دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے‘ اللہ کے ہاں یہ درخواست کی جا سکتی ہے کہ میرے پروردگار! اس کا ثواب میرے فلاں فوت شدہ کو یا زندہ عزیز کو پہنچ جائے‘ لیکن بدنی عبادات کا ثواب صرف اپنے لئے ہے‘ دوسروں کو نہیں پہنچایا جا سکتا۔ قرآن کی تلاوت بھی ظاہر ہے کہ خالص بدنی عبادت ہے۔ لہٰذا ایصالِ ثواب کا اگر وہ فارمولا کوئی شخص مان لے تو پھر اس کا بھی ایصالِ ثواب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس ضمن میں میرے سامنے یہ دلیل ہے کہ مالی عبادات میں جو بھی نیک کام کئے جاتے ہیں ان سے خلق کو فائدہ پہنچتا ہے‘ لہٰذا ان کا ثواب بھی کسی اور کو منتقل ہو سکتا ہے‘ جبکہ بدنی عبادات کا فائدہ صرف انسان کی اپنی ذات کو پہنچتا ہے۔ حدیث میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ فرض کیجئے آپ کے والد فوت ہو گئے اور وہ صاحب استطاعت تھے‘ انہیں حج کرنا چاہئے تھا‘ مگر انھوں نے حج نہیں کیا‘ تو اب اگر آپ ان کی طرف سے حج کریں گے تو حج ہو جائے گا۔ اگرچہ اس میں بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ بشرطیکہ انہوں نے وصیت کی ہو‘ اگر وصیت بھی نہیں کی تو ان کے ذمے جو حج تھا وہ ادا نہیں ہوگا۔ لیکن ان کی طرف سے آپ حج کریں گے تو ان پر حج نہ کرنے کی وجہ سے

© rasailojaraid.com

جو اللہ کا عذاب ہونا تھا وہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔ اسی طرح کسی کے ذمے زکوٰۃ تھی اور اس نے نہیں دی تو اگر اُس کی طرف سے کوئی اور شخص ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کا فائدہ تو غرباء کو پہنچنا تھا' اور اب آپ نے ادا کر دیا تو غرباء کو پہنچ گیا۔ گویا حق بحق دار رسید۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کے کسی عزیز کے ذمہ قرض ہو اور وہ فوت ہو گیا ہو تو آپ اگر اس کا قرض ادا کر دیں گے تو اس کی طرف سے قرض ادا ہو جائے گا۔ زکوٰۃ بھی فقراء کا ایک قسم کا قرض اس شخص کے ذمہ تھا جو اس نے ادا نہیں کیا تھا' وہ اگر اس کے کسی عزیز نے ادا کر دیا تو ادا ہو جائے گا۔ ان چیزوں پر قیاس کر کے یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ مالی عبادات کا ثواب دوسروں کو منتقل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم بدنی عبادات کا ثواب اپنے ہی لئے ہے' اس کو کسی اور کے نام منتقل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ البتہ جیسا کہ میں نے عرض کیا' یہ ایک نقطۂ نظر ہے جس کے ساتھ مجھے اتفاق ہے' لیکن علماءِ دیوبند کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشا جا سکتا ہے اور اسی طرح نوافل پڑھ کر اور عمرے کر کے ان کا ثواب بھی دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کی رائے یہ ہے تو میں اس سے الجھوں گا نہیں' اگرچہ میری رائے وہی ہے جسے میں چھپا نہیں سکتا' کیونکہ جو بات میں صحیح سمجھتا ہوں اگر اس میں میں کتمان کروں گا تو اللہ کے ہاں بھی مجرم بنتا ہوں۔ البتہ میں اس پر اس لئے زیادہ زور نہیں دیتا کہ بہت سے جید علماء کرام جن کا بہت رتبہ اور مقام ہے' وہ اس کے قائل ہیں' لہٰذا میں اس میں شدت اختیار نہیں کرتا۔

البتہ ایک بات کی شدت میں اس ضمن میں بھی اختیار کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ کام انفرادی طور پر کئے جائیں۔ ان کے لئے اجتماعات منعقد کئے جائیں تو یہ خالص بدعت ہو گا۔ جو لوگ ایصالِ ثواب کے قائل ہیں وہ اپنے طور پر قرآن پڑھیں۔ تنہائی میں آپ نے قرآن پڑھا ہے اور اس کا ثواب آپ کسی کو پہنچا دیتے ہیں تو یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ اس میں ان حضرات کی رائے کے ساتھ اگرچہ مجھے اختلاف ہو' میں اس کی شدید مخالفت نہیں کروں گا۔ لیکن یہ کہ اس کے لئے اجتماعات مقرر کئے جائیں' لوگ

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

آ ئیں، وقت مقرر کریں، ایک تقریب کی شکل بنے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک خالص بدعت ہے، جس کی میرے نزدیک سختی سے مخالفت ضروری ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، ہمارے جو علماء وہ رائے رکھتے بھی ہیں جو رائے میں نے ان کی آپ کے سامنے رکھی ہے وہ بھی اس بات کو صحیح نہیں سمجھتے کہ اس کے لئے تقریبات منعقد ہوں۔

اس ضمن میں آخری بات جو میں کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ دین کی محکم تعلیم ہمارے سامنے رہنی چاہئے جو عقلی بھی ہے اور نقل یعنی کتاب و سنت پر مبنی بھی ہے، وہ تو یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال ہی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ہر شخص اپنے اعمال کا، اگر وہ برے ہیں تو وبال جھیلے گا اور اگر وہ اچھے ہیں تو اجر و ثواب پائے گا۔ قرآن مجید میں بار بار آیا ہے:

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (البقرۃ:۲۸۶)

"ہر جان نے جو نیکی کمائی ہے وہ اسی کے لئے ہے اور جو کوئی برا کام کیا ہے اس کا وبال بھی اسی پر آنا ہے۔"

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۞ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۞﴾ (النجم:۳۹،۴۰)

"نہیں ہے کسی انسان کے لئے مگر وہی کچھ جس کے لئے اس نے خود محنت کی۔ اور جو محنت اس نے کی ہے وہ اسے دکھادی جائے گی۔"

وہ کہیں اوجھل ہونے والی نہیں ہے، ضائع ہونے والی نہیں ہے۔ یہ ہے بنیادی تعلیم۔

اس پر ہمیں جو چیز اضافی ملتی ہے وہ ہے دعا اور استغفار۔ دُعا میں اللہ نے ہمارے لئے کوئی پابندی نہیں رکھی، سوائے اس کے کہ ہم مشرکین اور کفار کے لئے مغفرت کی دُعا نہیں کر سکتے، ہدایت کی دُعا کریں کہ اللہ انہیں ہدایت دے دے۔ لیکن کسی بھی مسلمان کے لئے خواہ کتنا ہی فاسق و فاجر ہو آپ بخشش کی دعا کر سکتے ہیں، چاہے وہ فوت ہو گیا ہو چاہے وہ زندہ ہو۔ یہ دُعا ہی اصل میں شفاعت ہے۔ شَفَعَ کہتے ہیں کسی شے کو دوہرا کر دینا۔ ایک بات میں کسی سے کہہ رہا ہوں، درخواست پیش کر رہا ہوں، اور کسی نے دوہرا کر وہ بات کہہ دی اور اس میں اضافہ کر دیا، اس میں مزید تاکید ہو گئی تو یہ شفاعت ہے۔ درحقیقت دنیا میں بھی ہم کسی کے لئے استغفار کرتے ہیں تو وہ ایک شفاعت ہے کہ اے اللہ! فلاں بندے کو معاف فرما دے۔ اے اللہ! میرے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

والدین کی مغفرت فرما دے۔ اے اللہ! تمام اہل ایمان کی مغفرت فرما دے۔ یہ دعا کرنے کا ہمیں ہر وقت حق حاصل ہے۔ اور کسی نیک عمل کرنے سے تاکید میں یقیناً اضافہ ہوتا ہے۔ نماز پڑھنے کے بعد اللہ سے دعا مانگیں۔ اس وقت دل کی ایک خاص کیفیت ہو گی۔ آپ نے اللہ کو یاد کیا ہے، ابھی آپ نے سجدہ کیا ہے، آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، آپ کے دل کی یہ کیفیت بڑی مختلف ہے۔ اس میں اندرونی نفسیاتی کیفیت بہت مختلف ہے۔ اس میں دُعا کریں گے تو اس دُعا میں بہت تاثیر ہو گی۔ ایک عام حالت میں آدمی دُعا کرتا ہے اور ایک خاص حالت ہوتی ہے۔ ابھی آپ نے قرآن پڑھا ہے، تلاوت کی ہے، اس پر تدبر کیا ہے، غور کیا ہے، اس وقت آپ کی باطنی کیفیت کچھ مختلف ہو گئی ہے۔ آپ کے اندر سوز و گداز کی ایک کیفیت ہے۔ اس حالت میں آپ دُعا کریں گے تو بڑا فرق ہو جائے گا۔ تاہم آپ کسی حالت میں بھی دُعا کریں، کسی حاضر کے لئے، کسی غائب کے لئے، کسی زندہ کے لئے، کسی مردہ کے لئے تو اللہ نے اس کے اندر ہم پر کوئی پابندی رکھی ہی نہیں ہے۔

تیسری بات یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ کے خزانے اتھاہ ہیں۔ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے اس کام کا ثواب پہنچا دے تو گویا ہم نے معاملے کو خود بہت محدود کر دیا۔ کیا ہمارے وہ کام اور کیا ہماری وہ نیکی؟ اور کیا اس کی حیثیت ہو گی؟ اس میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ شاید ہمیں بڑا مان ہے اپنے اس نیک عمل کے اوپر کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے، بڑا تیر مارا ہے، تو اے اللہ ہمارے اس قرآن کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔ ایک طرف تو یہ کہ اپنے اس فعل پر مغرور ہونے کی کیفیت ظاہر ہوئی اور ایک یہ کہ آپ نے (معاذ اللہ) اُسی قدر دینا ہے جتنا پڑھا ہے، اس سے زیادہ نہیں دینا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے تو بہت وسیع ہیں۔ ان دو اعتبارات سے یہ انداز ہی کم از کم میرے لئے پسندیدہ نہیں ہے۔ میرے مزاج کو اس سے مناسبت نہیں ہے۔ اللہ نے آپ پر کوئی پابندی نہیں لگائی، جو چاہو، مانگو۔ بلکہ دنیا میں تو تم کسی شخص سے مانگتے ہو تو وہ برا مانتا ہے اگر اللہ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ کوئی اس سے سوال نہ کرے۔ اللہ

© rasailojaraid.c

کو تو پسند ہے کہ لوگ اس سے دُعا کریں۔ اگر کوئی استغناء برت رہا ہے' اللہ سے دُعا نہیں کر رہا تو یہ چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ لہٰذا اصل شے دعا ہے' مگر اس دُعا کی اہمیت کو ہم نے بھلا دیا۔ اس لئے کہ ہمارے اندر اللہ سے وہ مخلصانہ تعلق نہیں ہے۔ کس مُنہ سے اللہ سے مانگیں جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے کرتوت کیا ہیں' ہم کرتے کیا ہیں' حرام خوریاں کرتے ہیں۔ ہماری معاش حرام سے ہے۔ اُسی حرام کے مال سے قالین بچھے ہوئے ہیں اور سارا ساز و سامان اکٹھا کیا ہوا ہے۔ تو درحقیقت دُعا پر طبیعت اس لئے مائل نہیں ہوتی۔ دُعا کے لئے آمادگی تب ہوگی جب آپ کے دل میں اللہ کے لئے خلوص ہوگا۔ تب آپ کو یقین ہوگا کہ اللہ میری دُعا سنے گا اور قبول کرے گا' لیکن اگر آپ کو محسوس ہو کہ میں تو اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کا کوئی معاملہ کر رہا ہوں تو کبھی بھی آپ کے اندر دُعا کے لئے رُجحان و میلان پیدا نہیں ہوگا۔ یہ ہے وہ اصل کمزوری کہ ہمارے اپنے اعمال' ہمارا اپنا طرزِ عمل اور ہماری زندگی کا رُخ اس طرح کا ہو گیا ہے کہ ہم دعا کی لذت اور مناجات کی حلاوت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور اس محرومی کی تلافی کے لئے یہ سارے دھندے ہیں جو ہم نے ایجاد کئے ہیں۔ ان کی ہمارے دین کے اندر اصل میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ' سنت صحابہؓ اور سنت خلفائے راشدینؓ کے اندر ان تقریبات کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اللہ ہمارے دل صحیح بات کے لئے کھول دے (آمین ثم آمین) البتہ جو چیزیں ہمارے ہاں رواج پا گئی ہیں اب ان کے بارے میں حکیمانہ طرزِ عمل ہی بہتر ہوگا' کیونکہ براہِ راست اس کے خلاف فتویٰ بازی مؤثر نہ رہے گی' بلکہ Counter Productive ہو جائے گی' اس کے بُرے اثرات پیدا ہوں گے' ضد پیدا ہو جائے گی' لیکن جہاں اس کے بارے میں سوال کیا جائے وہاں یہ بات انتہائی اچھے طریقے سے بتا دی جائے۔ خود ایسی چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔ یہ چند باتیں تھیں جنہیں بیان کر دینا میں نے مناسب سمجھا' کیونکہ کچھ خواتین اس معاملے میں میرے موقف سے آگاہ نہ تھیں۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جو باتیں میں نے کہی ہیں جو ان میں صحیح بات ہے وہ

© rasailojaraid.com

ہم سب کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے' اس پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق ہو' اور دین میں ہم اپنا اصل مزاج یہ بنالیں کہ ہر شے کے بارے میں ہم دیکھیں کہ اس کی کوئی سند' کوئی ثبوت' کوئی نظیر ہمیں صحابہ کرامؓ سے یا حضور ﷺ کے دور میں ملتی ہے یا نہیں! ''تعبدی امور'' کے اندر وہ امور جو ہم حصول ثواب کے لئے کرتے ہیں' یعنی عبادات سے متعلق معاملات' ان میں ہمارا مزاج بڑا سخت ہو جانا چاہئے کہ پہلی بات جو ہم تلاش کریں وہ یہ ہے کہ اس چیز کی کوئی بنیاد ہمیں حضور ﷺ اور صحابہؓ کی زندگیوں میں نظر آ جائے تو بسر وچشم قبول' لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو انسان ایسی چیزوں کو ترک کر دے۔ اس لئے کہ غالب گمان اس کے بارے میں یہی ہے کہ دوسری قوموں سے ہمارے اندر یہ چیزیں آ گئی ہیں اور ہم نے یہ نئی نئی رسمیں غیر مسلم اقوام کے قرب اور تعلق کی وجہ سے اختیار کر لی ہیں۔

بارك الله لی ولكم فی القرآن العظیم۔ ونفعنی وایاكم بالآیات والذكر الحكیم

حوالہ جات

۱) سنن الترمذی' کتاب الایمان' باب ما جاء فی افتراق هذه الامة۔

۲) سنن الترمذی' کتاب الایمان' باب ما جاء فی افتراق هذه الامة۔

۳) سنن ابی داوٗد' کتاب السنة' باب فی لزوم السنة۔ و سنن ابن ماجه' المقدمة' باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔

٤) صحیح البخاری' کتاب الاذان' باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة والاقامة و کذلك۔

٥) صحیح البخاری' کتاب الصلح' باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔ و صحیح مسلم' کتاب الاقضیة' باب نقض الاحکام الباطلة وردّ محدثات الامور

© rasailojaraid.com